# حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ترک رفع الیدین کی حدیث پر زبیر علی زئی صاحب کے اعتراضات کا تحقیقی جائزہ

حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قِطَافٍ النَّهْشَلِيِّ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، ''أَنَّ عَلِيًّا، كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ، ثُمَّ لَا يَعُودُ''۔ ''امام ابو بکر بن ابی شیبہؒ روایت کرتے ہیں کہ ان سے وکیع بن الجراح نے اور ان سے ابو بکر بن عبد اللہ بن قطاف النہشلی نے اور ان سے عاصم بن کلیب نے اور ان سے ان کے والد (کلیب بن شہاب) روایت کرتے ہیں کہ بے شک حضرت علی کرم اللہ وجہہ نماز کی پہلی تکبیر کے ساتھ رفع یدین کیا کرتے تھے اس کے بعد (پھر) رفع یدین نہیں کرتے تھے''۔ (الکتاب المصنف فی الأحادیث والآثار المؤلف: أبو بکر بن أبی شیبة، عبد اللہ بن محمد بن إبراھیم بن عثمان بن خواستی العبسی [المتوفی: ۲۳۵ھ]، باب مَنْ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ تَكْبِيرَةٍ ثُمَّ لَا يَعُودُ، كِتَابُ الصَّلَوات، جلد نمبر ۱، صفحہ نمبر ۲۱۳، رقم الحدیث ۲۴۴۱) (المعانی الآثار للطحاوی: ج ۱، ص ۲۲۵) (نصب الرایۃ: ج ۱، ص ۴۰۶)

اس حدیث کے تمام راوی صحیح بخاری و صحیح مسلم کے رجالوں میں سے ہیں سوائے کلیب بن شہاب کے جو کہ ثقہ تابعی ہیں جن کی تفصیل ذیل میں درج ہے:

**۱۔ امام ابو بکر بن ابی شیبہ:** اس حدیث کے پہلے راوی امام ابو بکر بن ابی شیبہ ہیں جو امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کے استاذ ہیں اور ثقہ ترین حافظ الحدیث ہیں جو خود کسی تعارف کے محتاج نہیں۔

**۲۔ امام وکیع بن الجراح:** اس حدیث کے دوسرے راوی وکیع بن الجراح ہیں جو صحیح بخاری و صحیح مسلم کے رجالوں میں سے ہیں جن کے بارے میں محدثین کرامؒ فرماتے ہیں:

۱۔ امام عجلیؒ فرماتے ہیں: "ثقہ عابد"۔ (معرفۃ الثقات: رقم ۱۹۳۸)

۲۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں: "مطبوع الحفظ"۔ (الجرح والتعدیل: رقم ۱۶۸)

۳۔ امام یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں: "ثقہ"۔ (الجرح والتعدیل: رقم ۱۶۸)

۴۔ امام ذہبیؒ لکھتے ہیں: "حافظ الثبت محدث"۔ (تذکرۃ الحفاظ: ج۱، ص ۲۲۳)

۵۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں: "ثقہ حافظ"۔ (تقریب التہذیب: رقم ۷۴۱۴)

۶۔ امام الخزرمیؒ فرماتے ہیں: "الحافظ"۔ (خلاصہ تہذیب تہذیب الکمال: ج۱، ص ۴۱۵)

۷۔ امام الکلاباذیؒ نے لکھا ہے: "فی رجال البخاری"۔ (رجال صحیح البخاری: رقم ۱۲۸۸)

۸۔ امام ابن منجویہؒ لکھتے ہیں: "فی رجال المسلم"۔ (رجال صحیح مسلم: رقم ۱۷۷۵)

۹۔ حافظ ابن حبانؒ فرماتے ہیں: "من الحفاظ المتقنین"۔ (مشاہیر علماء الامصار: ج۱، ص ۲۷۲)

۱۰۔ امام ابراہیم بن شماسؒ فرماتے ہیں: "وکیع احفظ الناس"۔ (شرح علل الترمذی: ج۱، ص ۱۷۰)

۱۱۔ امام سہل بن عثمانؒ فرماتے ہیں: "ما رایت احفظ"۔ (الجرح والتعدیل: رقم ۱۶۸)

**۳۔ ابو بکر بن عبد اللہ بن قطاف النہشلی:** اس حدیث کے تیسرے راوی ابو بکر بن عبد اللہ بن قطاف النہشلی ہیں جو صحیح مسلم کے رجالوں میں سے ہیں جن کے بارے میں محدثین کرامؒ فرماتے ہیں:

۱۔ امام یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں: "ثقہ"۔ (تاریخ ابن معین: ج۱، ص ۴۷)

۲۔امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں:"ثقہ "۔(العلل والمعرفۃ:رقم ۴۳۷۱)

۳۔امام ابو حاتمؒ فرماتے ہیں:"شیخ صالح "۔(الجرح والتعدیل:رقم ۱۵۳۶)

۴۔امام ذہبیؒ لکھتے ہیں:"ثقہ "۔(الکاشف:رقم ۶۵۴۸)

۵۔امام احمد بن یونسؒ فرماتے ہیں:"شیخا صالحا"۔(تاریخ الدوری:رقم ۹۴۳)

۶۔امام ابن منجویہؒ لکھتے ہیں:"فی رجال المسلم "۔(رجال صحیح مسلم:رقم ۱۹۶۱)

۷۔امام ابو داودؒ فرماتے ہیں:"ثقہ "۔(تہذیب التہذیب:رقم ۸۳۲۹)

۸۔امام عجلیؒ فرماتے ہیں:"ثقہ "(معرفۃ الثقات:رقم ۲۱۰۲)

۹۔امام ابن الحماد الحنبلیؒ لکھتے ہیں:"صدوق "۔(شذرات الذہب:ج۱،ص ۲۵۴)

۱۰۔امام ابن مہدیؒ فرماتے ہیں:"ثقات مشیخۃ الکوفۃ"۔(تہذیب التہذیب:رقم ۸۳۲۹)

۱۱۔حافظ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں:"صدوق "۔(تقریب التہذیب:رقم ۸۰۰۱)

۴۔عاصم بن کلیب: اس حدیث کے چوتھے راوی عاصم بن کلیب ہیں جو صحیح مسلم کے رجالوں میں سے ہیں جن کے بارے میں محدثین کرامؒ فرماتے ہیں:

۱۔امام عجلیؒ فرماتے ہیں:"ثقہ "۔(معرفۃ الثقات العجلی:رقم ۸۱۵)

۲۔امام ابو حاتمؒ لکھتے ہیں:"صالح "۔(الجرح والتعدیل:رقم ۱۹۲۹)

۳۔امام احمدؒ فرماتے ہیں:"لا باس بہ "۔(الجرح والتعدیل:رقم ۱۹۲۹)

۴۔امام ابن شاہینؒ لکھتے ہیں:"ثقہ "۔(تاریخ اسماء الثقات:رقم ۸۳۳)

۵۔امام احمد بن صالح المصریؒ فرماتے ہیں:"من الثقات "۔(تاریخ اسماء الثقات:رقم ۸۳۳)

۶۔امام ابن منجویہؒ لکھتے ہیں:"فی رجال المسلم "۔(رجال صحیح مسلم:رقم ۱۲۴۵)

۷۔حافظ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں:"صدوق "۔(تقریب التہذیب:رقم ۳۰۷۵)

۸۔امام ذہبیؒ فرماتے ہیں:"ثقہ "۔(ذکر من تکلم:رقم ۱۷۰)

۹۔امام یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں:"ثقہ "۔(من کلام ابی زکریا:رقم ۶۳)

۱۰۔حافظ ابن حبانؒ نے کہا:"متقنی الکوفین "۔(مشاہیر علماء الامصار:رقم ۱۳۰۵)

**۵۔ کلیب بن شہاب:** اس حدیث کے پانچوے راوی کلیب بن شہاب ہیں جو تابعی ہیں جن کے بارے میں محدثین کرامؒ فرماتے ہیں:

۱۔امام عجلیؒ فرماتے ہیں:"تابعی ثقہ "۔(معرفۃ الثقات العجلی:رقم ۱۵۵۵)

۲۔امام ابوزرعہؒ نے کہا:"ثقہ "۔(الجرح والتعدیل:رقم ۹۴۶)

۳۔امام ابن سعدؒ فرماتے ہیں:"ثقہ "۔(طبقات الکبریٰ:ج ۶،ص ۱۲۳)

۴۔حافظ ابن حبانؒ نے بھی انہیں ثقات میں درج فرمایا۔(الثقات لابن حبان:رقم ۵۱۱۱)

۵۔حافظ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں:"صدوق "۔(تقریب التہذیب:رقم ۵۶۶۰)

**۶۔ امیر المومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ:** اس حدیث کے چھٹے راوی خود امیر المومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ہیں جن کی صداقت وثقات پر امت مسلمہ کا اجماع ہے۔

مندرجہ بالا تحقیق سے ثابت ہو گیا کہ اس حدیث کی سند بے غبار اور بالکل صحیح ہے جس پر کسی بھی طرح کے کلام کی گنجائش نہیں۔ آج تک کوئی بھی غیر مقلد محدث اس حدیث میں سے کسی ایک راوی کو بھی ضعیف ثابت نہ کرسکا اور نہ ہی قیامت تک کرسکے گا۔(انشاءاللہ)

## غیر مقلد عالم حافظ زبیر علی زئی صاحب کے اعتراضات کا تحقیقی جائزہ اور ان کارد

اعتراض نمبر۱: زبیر علی زئی صاحب اپنی کتاب نور العینین کے صفحہ نمبر ۱۶۵ پر پہلا اعتراض نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:"مروی ہے کہ سفیان ثوری نے اس اثر کا انکار کیا ہے"۔(جزءِرفع الیدین للبخاری:ص ۱۱)

جواب نمبر۱: زبیر علی زئی صاحب نے یہ اعتراض تو نقل کردیا لیکن اس اعتراض کی سند نہ پیش کرنے میں ہی اپنی عافیت سمجھی کیوں کہ موصوف جانتے تھے کہ اگر اس اعتراض کی سند پیش کردی تو قارئین ان کے دھوکے اور فریب

میں نہیں آئیں گے۔ لہٰذا کچھ کہنے سے پہلے یہاں امام سفیان ثوریؒ کے اس قول کی سند پیش کر دیتے ہیں تا کہ قارئین کو اصل حقیقت کا علم ہو سکے۔

وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ: ذَكَرْتُ لِلثَّوْرِيِّ حَدِيثَ النَّهْشَلِيِّ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، فَأَنْكَرَهُ۔ ''اور عبدالرحمٰن بن مہدی نے کہا: میں نے امام (سفیان) ثوری کے سامنے النہشلی عن عاصم بن کلیب کی حدیث بیان کی تو انہوں نے انکار کیا''۔ (جزءِ رفع الیدین للبخاری: ص ۱۱)

۱۔ سب سے پہلا اشکال تو یہ ہے کہ زبیر علی زئی صاحب نے سفیان ثوریؒ کا یہ قول جزءِ رفع الیدین للبخاری سے نقل کیا ہے اور جزءِ رفع الیدین للبخاری کا راوی محمود بن اسحٰق مجہول ہے اور جمہور محدثین کے نزدیک اس کا ثقہ ہونا ثابت نہیں۔

۲۔ دوسرا اشکال یہ ہے کہ اس جرح میں امام بخاریؒ کا سماع عبدالرحمٰن بن مہدی سے ثابت نہیں کیونکہ امام بخاریؒ کی پیدائش ۱۹۴ ہجری میں ہوئی اور عبدالرحمٰن بن مہدی کی وفات ۱۹۸ ہجری میں ہوئی۔ حیرت کی بات ہے امام بخاریؒ نے صرف چار سال کی عمر میں یہ جرح پتہ نہیں کیسے سن لی جبکہ اس عمر میں آپ کو علم حدیث کی خبر تک نہ تھی۔ لہٰذا اس جرح کی سند منقطع ہے جو کہ اصولِ حدیث کے مطابق ضعیف ثابت ہوتی ہے اور ضعیف قول پر کسی صحیح حدیث کو رد کر دینا انتہائی احمقانہ فعل ہے۔

۳۔ یہاں سب سے اہم اور سمجھنے والی بات یہ ہے کہ ترک رفع یدین پر بالکل اسی مفہوم کی روایات مختلف اسناد و متن کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے امام سفیان ثوریؒ خود روایت کرتے ہیں لہٰذا ان کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث کا انکار کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مثال کو طور پر زید کہتا ہے میں نے گزشتہ کل بکر کو نمازِ عشاء پڑھتے ہوئے دیکھا۔ بالکل یہی بات عمر بھی کہتا ہے کہ میں نے گزشتہ کل بکر کو نمازِ عشاء پڑھتے ہوئے دیکھا۔ اب اگر زید عمر کی کہی ہوئی بات کا انکار کر دے تو پھر زید اپنی ہی کہی ہوئی بات پر جھوٹا ثابت ہو جائے گا۔ تو کیا زید ایسی احمقانہ بات کر سکتا ہے جس سے اس کی خود کی کہی ہوئی بات کی نفی ہوتی ہو۔ بالکل ایسی ہی مثال امام سفیان ثوریؒ کی ہے جن سے بالکل ایسی ہی روایت درج ذیل الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔

”حَدَّثَنَاابْنُ أَبِي دَاوُد، قَالَ حَدَّثَنَا نُعَيْمُ بْنُ حَمَّادٍ، قَالَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَانِ بْنِ الأَسْوَدِ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّه، عَنْ النَّبِيِّ أَنَّهُ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ تَكْبِيرَةٍ، ثُمَّ لاَ يَعُودُ“۔ ”عبد اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کیا میں تم کو رسول اللہ ﷺ کی نماز بتاؤں۔ پھر وہ کھڑے ہوئے انہوں نے دونوں ہاتھ اٹھائے پہلی بار میں (یعنی جب نماز شروع کی) پھر نہ اٹھائے“۔ (المعانی الآثار أبو جعفر الطحاوی: جلد نمبر ۱، بَابُ التَّکْبِیرِ لِلرُّکُوعِ وَالتَّکْبِیرِ لِلسُّجُودِ وَالرَّفْعِ مِنَ الرُّکُوعِ هَلْ مَعَ ذَلِکَ رَفْعٌ أَمْ لاَ)

مندرجہ بالا حدیث میں امام سفیان ثوریؒ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بالکل وہی روایت بیان کر رہے ہیں جو امام ابو بکر النہشلیؒ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے، لہٰذا یہ کیسے ممکن ہے کہ امام سفیان ثوریؒ اپنی ہی بیان کی کردہ روایت جیسی دوسری روایت کا انکار کر دیں۔

مندرجہ بالا تحقیق سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ زبیر علی زئی صاحب کا اعتراض عقلی اور نقلی دونوں طرح کے دلائل سے خالی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زبیر علی زئی صاحب نے ایک ہی جملے میں اپنا اعتراض پیش کرنے پر اکتفاء کیا اور مکمل سند حذف کر دی۔

اعتراض نمبر ۲: زبیر علی زئی صاحب اپنی کتاب نور العینین کے صفحہ نمبر ۱۶۵ پر دوسرا اعتراض نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”امام عثمان بن سعید الدارمی نے اس کو واہی (کمزور) کہا“۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی: ج ۲، ص ۸۰-۸۱؛ معرفۃ السنن والآثار: ج ۱، ص ۵۵۰)

جواب نمبر ۲: پہلی اہم بات تو یہ ہے کہ اصول حدیث کی رو سے کسی بھی حدیث کے ضعیف ہونے کا دارومدار یا تو اس کی سند پر ہوتا ہے یا پھر اس کے متن پر۔ اگر حدیث کی سند بالکل صحیح ہے اور متن پر بھی کوئی اعتراض نہیں تو پھر حدیث کو بنا کوئی مدلل جرح بیان کئے ضعیف قرار دینا ایک متشدد و متعنت عمل ہے اور محدثین کرامؒ کے نزدیک متشدد و متعنت کی مبہم جرح قابل قبول نہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ: ج ۲، ص ۸)

مندرجہ بالا اسنادی تحقیق سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ جمہور محدثین کے مطابق اس حدیث کا ایک راوی بھی ضعیف اور کمزور نہیں پھر امام دارمیؒ کا اس روایت کو واہی (کمزور) کہنا خود ایک ضعیف قول ثابت ہوتا ہے کیونکہ اس روایت میں نہ تو کوئی ضعیف راوی موجود ہے اور نہ ہی اس کے متن پر کسی قسم کے شبہ کا اظہار کیا گیا ہے۔

امام عثمان بن سعید الدارمیؒ کی جرح کا مکمل جائزہ لینے کے لئے بہتر یہ ہو گا کہ پہلے ان کی جرح کے مکمل الفاظ نقل کئے جائیں تاکہ جرح کی نوعیت کا اندازہ ہوسکے اور قارئین کو بھی سمجھنے میں آسانی ہو۔

"قَالَ عُثْمَانُ الدَّارِمِيُّ: فَهَذَا قَدْ رُوِيَ مِنْ هَذَا الطَّرِيقِ الْوَاهِي، عَنْ عَلِيٍّ وَقَدْ رَوَى عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ هُرْمُزَ الْأَعْرَجُ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ عَلِيٍّ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "يَرْفَعُهُمَا عِنْدَ الرُّكُوعِ وَبَعْدَمَا يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ" فَلَيْسَ الظَّنُّ بِعَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ يَخْتَارُ فِعْلَهُ عَلَى فِعْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"۔ "امام عثمان الدارمیؒ نے کہا: یہ حدیث اس سند سے کمزور ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اور عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرج روایت کیا ہے عبید اللہ بن ابی رافع سے اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہ انہوں نے نبی ﷺ کو رکوع اور رکوع کے بعد سر اٹھاتے رفع یدین کرتے دیکھا۔ تو یہ نہیں ہو سکتا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خود نبی ﷺ سے رفع یدین کرنے کی روایت کریں پھر اس کی مخالفت کریں"۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی: ج ۲، ص ۸۰-۸۱)

امام دارمیؒ کے اس اعتراض میں نہ تو اس حدیث کی سند پر کوئی کلام کیا گیا ہے اور نہ ہی اس کے متن پر لہٰذا یہ بات تو ثابت ہو گئی کہ امام دارمیؒ بھی اس حدیث کی سند اور متن کو صحیح تسلیم کرتے ہیں۔ امام دارمیؒ نے اس حدیث پر صرف ایک شبہ کا اظہار کیا ہے جس کے دو جوابات ہیں، ایک عقلی اور دوسرا نقلی۔ نقلی دلیل ہم پہلے نقل کر دیتے ہیں اس کے بعد عقلی دلیل سے جواب پیش کیا جائے گا۔

امام دارمیؒ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی رفع یدین کی جو حدیث بیان کرتے ہوئے اپنے شبہ کا اظہار کیا ہے وہ حدیث خود ضعیف ہے کیونکہ اس حدیث میں راوی عبدالرحمٰن بن ابی الزناد موجود ہے جو کہ ایک ضعیف راوی ہے۔
امام ترمذیؒ نے یہ حدیث اس سند سے روایت کی ہے۔

"حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ الْعَنْبَرِيُّ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ أَبُو أَيُّوبَ الْهَاشِمِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْفَضْلِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم ـ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلاَةِ الْمَكْتُوبَةِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى يَكُونَا حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ فَعَلَ مِثْلَ ذَلِكَ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ فَعَلَ

مِثْلَ ذَلِكَ وَإِذَا قَامَ مِنَ السَّجْدَتَيْنِ فَعَلَ مِثْلَ ذَلِكَ"۔(جامع الترمذی: جلد نمبر ا، کتاب اِقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیھا رقم الحدیث ۹۱۳)

اس سند میں عبد الرحمٰن بن ابی الزناد راوی موجود ہے جس کو امام دارمی نے نقل کیا ہے۔ عبد الرحمٰن بن ابی الزناد خطا کار، مضطرب الحدیث، ضعیف اور مجروح راوی ہے جس کے بارے میں محدثین کرامؒ فرماتے ہیں:

۱۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں: "مضطرب الحدیث"، "ضعیف"۔ (میزان لاعتدال فی نقد الرجال: ج ۲، ص ۵۰۸؛ الجرح والتعدیل: ج ۵، ص ۲۵۲)

۲۔ امام یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں: "ضعیف، لیس بشیءٍ، لا یحتج بحدیثه"۔ (میزان لاعتدال فی نقد الرجال: ج ۲، ص ۵۰۸؛ الجرح والتعدیل: ج ۵، ص ۲۵۲؛ کتاب المجروحین لابن حبان: ج ۲، ص ۵۶)

۳۔ امام نور الدین الہیثمیؒ فرماتے ہیں: "ضعفه الجمهور"۔( مجمع الزوائد: ج ۴، ص ۴۰۶)

۴۔ امام ابو حاتم الرازیؒ فرماتے ہیں: "ضعفه النسائی"، "یکتب حدیثه ولا یحتج به"۔(میزان لاعتدال فی نقد الرجال: ج ۲، ص ۵۰۸؛ الجرح والتعدیل: ج ۵، ص ۲۵۲)

۵۔ امام النسائیؒ فرماتے ہیں: "ضعیف"۔(تاریخ مدینۃ السلام: ج ۱۱، ص ۴۹۷؛ الضعفاء والمتروکین للنسائی: ص ۲۰۷)

۶۔ امام ابن حبانؒ فرماتے ہیں: "كان ممن ينفرد بالمقلوبات عن الاثبات، وكان ذلك من سوء حفظه وكثرة خطئه"۔(کتاب المجروحین: ج ۲، ص ۵۶)

۷۔ امام علی بن المدینیؒ فرماتے ہیں: "كان عند أصحابنا ضعيفا"، "وماحدث به بالعراق فهومضطرب"۔(تاریخ مدینۃ السلام: ج ۱۱، ص ۴۹۶؛ تاریخ بغداد: ج ۱۰، ص ۲۲۸)

۸۔ ابو حفص عمرو بن علیؒ فرماتے ہیں: "عبدالرحمن بن أبي الزنادضعيف"، "كان عبد الرحمن لا يحدث عن عبدالرحمن بن أبي الزناد"۔(تاریخ مدینۃ السلام: ج ۱۱، ص ۴۹۷)

۹۔ امام عبد الرحمٰن بن المہدیؒ فرماتے ہیں: "خطط على أحاديث عبد الرحمن بن أبي الزناد"۔(تاریخ بغداد: ج ۱۰، ص ۲۲۸)

۱۰۔امام محمد بن سعدؒ فرماتے ہیں:"كان يضعف لروايته عن أبيه"۔(تاریخ مدینۃ السلام:ج۱۱،ص۴۹۷؛تاریخ بغداد:ج۱۰،ص۲۲۸)

۱۱۔امام صالح بن محمدؒ فرماتے ہیں:"قد روى عن أبيه أشياءَ لم يروها غيره"۔(تاریخ مدینۃ السلام:ج۱۱،ص۴۹۷؛ تاریخ بغداد:ج۱۰،ص۲۲۸)

۱۲۔امام زکریا بن یحییٰ الساجیؒ فرماتے ہیں:"فيه ضعف"۔(تہذیب التہذیب:ج۲،ص۵۰۵؛تاریخ بغداد:ج۱۰، ص۲۲۸)

۱۳۔علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:"صدوق، تغير حفظه لما قدم بغداد"۔(تقریب لابن حجر)

تعجب کی بات ہے کہ جس حدیث کے تمام راوی ثقہ،عادل اور حافظ الحدیث ہیں اس حدیث کو زبیر علی زئی صاحب امام دارمیؒ کے بلا دلیل قول پر واہی (کمزور) کہہ رہے ہیں اور جس حدیث کا راوی(عبدالرحمٰن بن ابی الزناد) سخت ضعیف ہے اس حدیث کو صرف امام دارمیؒ کے قول پر ائمہ محدثین کی تمام جرحوں کو نظر انداز کرتے ہوئے صحیح قرار دے رہے ہیں اور ان کے قول سے استدلال کر رہے ہیں۔ اب اسے ان کی ناقص ومتعصب تحقیق کہا جائے یا اندھی تقلید،اس بات کا فیصلہ میں قارئین پر چھوڑتا ہوں۔

امام ابن ترکمانیؒ نے امام دارمیؒ کی جرح کا جواب کچھ اس طرح سے دیا ہے کہ:

"قلت كيف يكون هذا الطريق واهيا ورجاله؟ ثقات فقد رواه عن النهشلي جماعة من الثقات ابن مهدى واحمد بن يونس وغيرهما واخرجه ابن ابى شيبة في المصنف عن وكيع عن النهشلي والنهشلي اخرج له مسلم والترمذي والنسائي وغيرهم ووثقه ابن حنبل وابن معين وقال أبو حاتم شيخ صالح يكتب حديثه ذكره ابن ابى حاتم وقال الذهبي في كتابه رجل صالح تكلم فيه ابن حبان بلا وجه وعاصم تقدم ذكره وابوه كليب بن شهاب اخرج له أبو داود والترمذي والنسائي وابن ماجة وقال محمد بن سعد كان ثقة"۔"میں (ابن ترکمانی) کہتا ہوں اس کی سند اور رجال کمزور کیسے ہو سکتے ہیں؟ جب کہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں اس کو نہشلی سے روایت کیا ہے ثقہ لوگوں کی جماعت نے ابن مہدی اور احمد بن یونس وغیرہم نے اور تخریج کی اس روایت کی امام ابن ابی شیبہ نے مصنف میں وکیع عن النہشلی سے۔ اور امام مسلم، امام ترمذی اور امام نسائی وغیرہم نے نہشلی سے

روایت لی۔ امام احمد اور ابن معین نے توثیق کی ہے۔ اور امام ابو حاتم نے شیخ صالح کہا اور امام ابن ابی حاتم نے اس کا ذکر کیا اور کہا کہ اس کی حدیث لکھی جاتی ہے۔ اور امام ذہبی نے اپنی کتاب میں کہا کہ نیک آدمی ہے ابن حبان نے بلاوجہ اس پر کلام کیا۔ عاصم کا ذکر پہلے ہو چکا ہے اور اس کے باپ کلیب بن شہاب سے امام ابو داود، امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے روایت لی اور امام محمد بن سعد نے ثقہ کہا"۔ (الجوہر النقی: ج ۲، ص ۷۹)

امام ابن ترکمانیؒ مزید لکھتے ہیں:

"فكيف يكون هذا الطريق واهيا بل الذى روى من الطريق الواهي هو ما رواه ابن ابى رافع عن على لان في سنده عبد الرحمن بن ابى الزناد وقد تقدم ذكره في الباب السابق"۔ "یہ سند کیسے کمزور ہو سکتی ہے بلکہ کمزور سند وہ ہے جو کہ ابن ابی رافع نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ کیونکہ اس کی سند میں عبد الرحمٰن بن ابی الزناد (ضعیف) ہے۔ اس کا ذکر پچھلے باب میں گزر چکا ہے"۔ (الجوہر النقی: ج ۲، ص ۷۹)

امام ابن ترکمانیؒ ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

"قلت ابن ابى الزناد هو عبد الرحمن قال ابن حنبل مضطرب الحديث وقال هو وابو حاتم لا يحتج به وقال عمرو بن على تركه"۔ "میں (ابن ترکمانی) کہتا ہوں کہ ابن ابی الزناد عبد الرحمٰن ہے اور امام احمد نے کہا کہ وہ مضطرب الحدیث ہے اور انہوں نے اور امام ابو حاتم نے کہا اس سے احتجاج (دلیل) نہیں کیا جا سکتا۔ اور عمرو بن علی نے اسکو ترک کر دیا"۔ (الجوہر النقی: ج ۲، ص ۷۳)

امام طحاویؒ امام دارمیؒ کی جرح کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"فَحَدِيثُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، إِذَا صَحَّ، فَفِيهِ أَكْثَرُ الْحُجَّةِ لِقَوْلِ، مَنْ لَا يَرَى الرَّفْعَ"۔ "پس جب حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ صحیح ہو چکی ہے تو اس میں تارکین رفع یدین کے لیے بھاری حجت ہے"۔ (شرح معانی الآثار: ج ۱، ص ۲۵۵، رقم ۱۳۵۶)

امام طحاویؒ امام دارمیؒ کی پیش کردہ رفع یدین والی حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں:

”وَحَدِيثُ ابْنِ أَبِي الزِّنَادِ خَطَأٌ“۔ ”اور (عبد الرحمٰن) بن ابی الزناد کی (رفع یدین والی) روایت (اس کے ضعیف ہونے کی وجہ سے) خطا ہے“۔ (شرح معانی الآثار: ج ۱، ص ۲۵۵، رقم ۱۳۵۶)

امام طحاویؒ ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

”أَنْ يَكُونَ فِي نَفْسِهِ سَقِيمًا“۔ ”کہ یہ روایت (امام دارمی کی رفع یدین کی پیش کردہ حدیث) خود اپنے آپ میں ضعیف ہے“۔ (شرح معانی الآثار: ج ۱، ص ۲۵۵، رقم ۱۳۵۴)

امام دقیق بن العید شافعیؒ نے اپنی کتاب الامام میں امام دارمیؒ کی جرح کا تعاقب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”وتعقبه ابن دقيق العيد فى الامام بان مَا قَالَهُ ضَعِيفٌ، فَإِنَّهُ جَعَلَ رِوَايَةَ الرَّفْعِ۔مَعَ حُسْنِ الظَّنِّ بِعَلِيٍّ۔ فِي تَرْكِ الْمُخَالَفَةِ، دَلِيلًا عَلَى ضَعْفِ هَذِهِ الرِّوَايَةِ، وَخَصْمُهُ يَعْكِسُ الْأَمْرَ، وَيَجْعَلُ فِعْلَ عَلِيٍّ بَعْدَ الرَّسُولِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَلِيلًا عَلَى نَسْخِ مَا تَقَدَّمَ“۔ ”امام ابن دقیق نے اس کا تعاقب کیا اور فرمایا، امام دارمی نے جو کچھ کہا ہے وہ ضعیف ہے کیونکہ انہوں نے بقول خود رفع یدین کی روایت کو جو کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے ترک رفع یدین کے عمل کے ضعیف ہونے پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر حسن ظن کرتے ہوئے دلیل پکڑی ہے تو اس صورت میں مخالف (احناف) کو بھی حق پہنچتا ہے کہ وہ معاملہ میں اس کے برعکس کرکے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ترک رفع یدین کے عمل کو رسول ﷺ کے بعد حسن ظن کرتے ہوئے دلیل کے طور پر رفع یدین کے لیے ناسخ بنا ڈالے“۔ (التعلیق الممجد: ص ۹۲؛ نصب الرایۃ: ج ۱، ص ۴۱۳)

مندرجہ بالا تحقیقی دلائل اور ائمہ محدثین کے جوابات سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ عبد الرحمٰن بن ابی الزناد ایک مجہول راوی ہے اور امام دارمیؒ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ترکِ رفع یدین والی حدیث (جس کے تمام راوی ثقہ ہیں) کے مقابلے میں اس مجہوم راوی کی حدیث کو فوقیت دینا اور اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔

اب ہم آتے ہیں عقلی دلائل کہ طرف۔ اگرچند لمحوں کے لئے عبد الرحمٰن بن ابی الزناد کے ضعف کو بھلا کر اس کی بیان کردہ رفع یدین والی حدیث کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو بھی امام دارمیؒ کا ترکِ رفع والی حدیث کو واہی (کمزور) کہنا غلط ہے کیونکہ اگر دو صحیح احادیث میں تعارض آجائے تو اس بناء پر کسی ایک حدیث کو ضعیف نہیں کہا جا سکتا بلکہ یہ کہا جائے گا کہ دونوں میں سے ایک حدیث ناسخ ہے اور دوسری منسوخ ہے۔

امام طحاویؒ (۳۲۱ھ) فرماتے ہیں کہ: ’’اولاً تو رفع یدین والی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں رفع یدین کا ذکر عبدالرحمٰن بن ابی الزناد کی خطاء ہے، ثانیاً حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ سوچا بھی نہیں جاسکتا کہ ایک سنت کو وہ خود روایت بھی کریں اور پھر خود خلاف سنت نماز بھی پڑھیں۔ ایک دفعہ بھی وہ ایک نماز بھی سنت کے مطابق نہ پڑھیں۔ اس سے تو یہ ثابت ہوا کہ رفع یدین کی حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک منسوخ تھی‘‘۔ (شرح معانی الآثار: ج ۱، ص ۲۵۵، رقم ۱۳۵۴)

امام طحاویؒ کی تحریر سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ رفع یدین کرنے والی حدیث منسوخ ہوئی ہے لیکن ہم امام طحاویؒ کے قول پر اکتفاء نہ کرتے ہوئ قارئین کرام کے لئے اس بات کی تحقیق کئے دیتے ہیں کہ کونسی حدیث ناسخ ہے اور کونسی منسوخ۔ اس بات کا پتہ لگانا بھی کوئی مشکل بات نہیں ہے کیونکہ اس بات کا پتہ لگانے کے لئے ہمیں یہ دیکھنا پڑے گا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا آخری عمل رفع یدین تھا یا ترکِ رفع یدین۔

تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ حضرت عمر فاروق کے عہد خلافت میں ملک عراق فتح ہونے کے بعد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے آپ کی اجازت سے ۱۷ ہجری میں کوفہ شہر آباد کیا، قبائل عرب میں سے فصحاء کو آباد کیا گیا۔ حضرت عمر فاروق نے حضرت عبد اللہ بن مسعود جیسے جلیل القدر صحابی کو وہاں بھیجا، تاکہ وہ قرآن وسنت کی روشنی میں لوگوں کی رہنمائی فرمائیں۔ حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے بارے میں فرمایا کہ وہ علم سے بھرا ہوا ایک ظرف ہے۔ حضرت علی مرتضی کے عہد خلافت میں جب دارالخلافت کوفہ منتقل کر دیا گیا تو کوفہ علم کا گہوارہ بن گیا۔ صحابہؓ کرامؓ اور تابعینؒ عظام کی ایک جماعت، خاص کر حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اور ان کے شاگردوں نے اس بستی کو علم و عمل سے بھر دیا۔ صحابہؓ کرامؓ کے درمیان فقیہ کی حیثیت رکھنے والے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا علمی ورثہ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے مشہور استاذ حضرت حماد الکوفیؒ اور مشہور تابعین حضرت ابراہیم نخعی وحضرت علقمہ کے ذریعہ امام ابوحنیفہ تک پہنچا۔ حضرت حمادؒ صحابی رسول حضرت انس بن مالکؓ کے بھی سب سے قریب اور معتمد شاگرد ہیں۔ حضرت حمادؒ کی صحبت میں امام ابو حنیفہؒ ۱۸ سال رہے اور حضرت حمادؒ کے انتقال کے بعد کوفہ میں ان کی مسند پر امام ابو حنیفہؒ کو ہی بٹھایا گیا۔ غرضیکہ امام ابو حنیفہؒ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے علمی ورثہ کے وارث بنے۔ اسی وجہ سے امام ابوحنیفہؒ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایات اور ان کے فیصلہ کو ترجیح دیتے

ہیں، مثلاً کتب احادیث میں وارد حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی روایات کی بنا پر امام ابو حنیفہ ؒ نے نماز میں رکوع سے قبل وبعد رفع یدین نہ کرنے کو راجح قرار دیا۔

## کوفہ میں کتنے صحابہ کرامؓ سکونت پذیر تھے

۱۔"قال الامام الحفاظ المحدث قتادۃ بن دعامۃ(متوفی ۱۱۸ھ) نزل الکوفۃ الف وخمسون رجلاً من اصحاب النبی ﷺ واربعۃ وعشرون من اھل بدر"۔(الکنی والاسماء للدولابی:ج۱،ص ۳۸۵، رقم ۱۳۵۹)

۲۔"قال الامام الحفاظ المحدث الفقیۃ ابراھیم(متوفی ۹۶ھ) قال ھبط الکوفۃ ثلاثمائۃ من اصحاب الشجرۃ وسبعون من اھل بدر"۔(طبقات لابن سعد:ج۶،ص ۴)

۳۔"قال الامام الحفاظ المحدث احمدالعجلی الکوفی(متوفی ۲۶۱ھ) فی تاریخہ نزل الکوفۃ الف وخمسمائۃ من اصحاب النبی ﷺ"۔(تاریخ الثقات للعجلی: ص۵۱۷، باب فیمن نزل الکوفۃ وغیرھا من الصحابۃ، بیروت؛ فتح القدیر لابن ہمام:ج۱،ص ۹۱؛ وشرح النقایۃ لعلی القاری:ج۱،ص ۲۰)

۴۔امام الحافظ و محدث حاکم نیشاپوری الشافعیؒ (متوفی ۴۰۵ھ) نے یوں لکھا:"ذکر من سکن الکوفۃ من اصحاب رسول اللہ ﷺ" اور یہ لکھنے کے بعد ۴۹ صحابہ کرامؓ کے نام ذکر کئے ہیں۔(معرفت علوم الحدیث للحاکم: ص۱۹۱)

۵۔"قال الامام الحفاظ المحدث ابو الخیرمحمد السخاوی الشافعی(متوفی ۹۰۲ھ) والکوفۃ ونزلھاالی ان قال وخلق من اصحابہؓ"۔(الاعلان بالتوبیخ للسخاوی: ص۲۹۵)

## ترکِ رفع یدین بعد الافتتاح پر پندرہ سو صحابہ کرامؓ سے زائد عامل تھے

۱۔"قال الامام الحافظ المحدث ابوعیسیٰ الترمذی شافعیؒ (متوفی ۲۷۹ھ) وَبِهِ يَقُولُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنْ أَهْلِ العِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالتَّابِعِينَ، وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَأَهْلِ الكُوفَةِ"۔ (جامع ترمذی: باب مَاجَاءَ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم لَمْ يَرْفَعْ إِلاَّ فِي أَوَّلِ مَرَّةٍ، ج۱،ص ۱۸۵)

۲۔"والامام الحافظ المحدث ابوعبداللہ المزوری السمرقندی الشافعیؒ (متوفی ۲۹۴ھ) فی کتابہ فی رفع الیدین من الکتاب الکبیر لایعلم مصراً من الامصار ینسب الی اھلہ العلم قدیما(ای الصحابۃ التابعین

وغیرهما) ترکوا باجماعهم رفع الیدین عند الخفض والرفع فی الصلوۃ الا اهل الکوفۃ۔۔۔ وفی مقام آخر فکلهم لایرفع الافی الاحرام"۔(التمہید لابن عبد البر: ج۴، ص۱۸۷؛ والاستذکار لابن عبد البر: ج۱، ص۴۰۸)

۳۔"قدروی الامام الحافظ المحدث ابوبکربن ابی شیبۃؒ هوشیخ البخاری و مسلم الکوفی (متوفی۲۳۵ھ) قال حدثنا وکیع ابو اسامہ عن شعبۃعن ابی اسحاق(هو عمروبن عبداللہالبیهقی الکوفی(متوفی۱۲۹) قال کان اصحاب عبداللہ ابن مسعودواصحاب علی لایرفعون ایدیهم الافی افتتاح الصلوۃ۔ قال وکیع ثم لایعودون"۔(المصنف ابن ابی شیبہ: ج۱، ص۲۶۷، قال ابو شعیب: اسناد صحیح علی شرط البخاری و مسلم)

۴۔مولانا عبد الحی لکھنوی نے لکھاہے:"قول ابی حنیفۃ ووافقہ فی عدم الرفع الامرۃ الثوری والحسن بن حیی وسائرفقها ء الکوفۃ قدیما وحدیثاوهو قول ابن مسعود واصحابہ۔۔۔الخ"۔"امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مؤقف ہے کہ رفع یدین صرف ایک بار کرنا چاہیئے۔ اور امام سفیان ثوری، حسن بن حییٰ اور تمام متقدمین اور متاخرین فقہائے کوفہ اور حضور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور آپ کے اصحاب کا بھی یہی مؤقف ہے"۔(التعلیق الممجد علی موطأ محمد: ج۱، ص۳۸۴)

۵۔"وقال أبو عبد اللہ محمد بن نصر المَرْوزي: لا نعلم مصراً من الأمصار ترکوا بإجماعهم رفعَ الیدین عند الخفض والرفع إلا أهل الکوفة"۔"امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ محمد بن نصر مرزوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم کوئی ایسا شہر نہیں جانتے کہ جس کے سب باشندوں نے جھکتے اور اٹھتے وقت رفع یدین چھوڑ دی ہو، سوائے اہل کوفہ کے"۔ (التعلیق الممجد علی موطأ محمد: ج۱، ص۳۸۴)

مندرجہ بالا تحقیق اور ائمہ محدثین کے اقول سے پتہ چلا کہ صرف کوفہ شہر میں پندرہ سو(۱۵۰۰) سے زائد صحابہ کرامؓ سکونت پذیر تھے، جن میں سے ستر (۷۰) بدری اور تین سو(۳۰۰) بیعت رضوان والے صحابہ کرامؓ تھے۔ امام سخاویؒ تو فرماتے ہیں کہ ان سے بھی زیادہ صحابہ کرامؓ کوفہ میں موجود تھے۔ امام ترمذیؒ اور امام ابو عبد اللہ المزوریؒ تو فرماتے ہیں کہ (بے شمار صحابہ کرامؓ) جو کہ پہلے سے کوفہ میں آباد تھے ترکِ رفع الیدین عند الرکوع والسجود کے قائل تھے۔ یعنی کوفہ شہر میں کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں تھا جو نماز میں تکبیر اولیٰ کے بعد والے رفع یدین کرتا تھا تو آخر کیا وجہ

تھی کے علم کے شہر ودار الخلافہ کوفہ کے تمام اہل علم صحابہ وتابعین سب کے سب ترکِ رفع یدین کے قائل تھے۔
اس کا جواب وہی ہے جو امام طحاویؒ نے دیا ہے کہ ان تمام اشخاص کے نزدیک رفع یدین منسوخ ہو گیا تھا اور اس منسوخیت کی سب سے بڑی دلیل حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر اور فقیہہ صحابہ کی بیان کردہ احادیث اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سمیت پندرہ سو (۱۵۰۰) صحابہ کرامؓ کا اپنا عمل تھا جو ترکِ رفع الیدین عند الرکوع والسجود کے قائل تھے۔

اعتراض نمبر ۳: "زبیر علی زئی صاحب اپنی کتاب نور العینین کے صفحہ نمبر ۱۶۵ پر تیسرا اعتراض نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "امام شافعیؒ نے اسے غیر ثابت کہا ہے"۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی: ج ۲، ص ۸۱)
جواب نمبر ۳: زبیر علی زئی صاحب سے گزارش ہے کہ وہ امام شافعیؒ کی جرح کے مکمل الفاظ نقل کر دیں تاکہ قارئین کو یہ اندازہ ہو سکے کہ امام شافعیؒ کی جرح کی کیا حیثیت ہے۔ کیونکہ مبہم الفاظ کی جرح و تعدیل کے میدان میں کوئی حیثیت نہیں۔
حقیقت یہ ہے کہ زبیر علی زئی صاحب نے اس جرح کو نقل کرنے میں ناانصافی سے کام لیا ہے کیونکہ انہوں نے اس جرح کی سند نقل نہیں کی۔ زبیر علی زئی صاحب چونکہ یہ جانتے تھے کہ اگر انہوں نے سند نقل کر دی تو ان کا دعویٰ جھوٹا ثابت ہو جائے گا لہٰذا انہوں نے سند نقل نہ کرنے میں ہی اپنی عافیت سمجھی۔ اس جرح کی سند امام بیہقیؒ سے لے کر امام زعفرانیؒ تک نامعلوم ہے۔ لہٰذا زئی صاحب نامعلوم اسناد سے عام مسلمانوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔ امام بیہقیؒ نے اس جرح کی سند کو معلق اور منقطع نقل کیا ہے جو کہ جمہور کے نزدیک ضعیف اور مردود ہے۔
امام بیہقیؒ نے اس جرح کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے: "قَالَ الزَّعْفَرَانِيُّ قَالَ: الشَّافِعِيُّ فِي الْقَدِيمِ: وَلَا يَثْبُتُ عَنْ عَلِيٍّ وَابْنِ مَسْعُودٍ، يَعْنِي مَا رَوَوْهُ عَنْهُمَا مِنْ أَنَّهُمَا كَانَا لَا يَرْفَعَانِ أَيْدِيَهُمَا فِي شَيْءٍ مِنَ الصَّلَاةِ إِلَّا فِي تَكْبِيرَةِ الِافْتِتَاحِ"۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی: ج ۲، ص ۸۱)
اس جرح کی سند منقطع ہے کیونکہ امام بیہقیؒ اور امام حسن بن محمد بن الصباح الزعفرانیؒ کے درمیان ملاقات ثابت نہیں۔ امام زعفرانیؒ کی وفات ۲۵۹ یا ۲۶۰ ہجری میں ہوئی جبکہ امام بیہقیؒ کی پیدائش ۳۸۴ ہجری کو ہوئی، یعنی اس وقت

تو امام بیہقیؒ پیدا بھی نہیں ہوئے تھے جب امام الزعفرانیؒ نے یہ بات کہی ہو گی تو یہ کیسے ممکن ہے کہ امام بیہقیؒ نے خود ان سے یہ بات سن لی ہو؟ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ امام بیہقیؒ اور امام زعفرانیؒ کے درمیان سند نامعلوم اور منقطع ہے۔ لہٰذا یہ جرح ضعیف اور مردود ہے اور زبیر علی زئی صاحب کا امام شافعیؒ کی جرح سے استدلال باطل و مردود ہے۔ اگر زبیر علی زئی صاحب کی پیش کردہ اس جرح کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو بھی اعتراض باطل ہے کیونکہ امام شافعیؒ کا یہ قول قدیم ہے جبکہ امام شافعیؒ کا بعد والا قول اس کے برعکس ہے۔

امام شافعیؒ کے جواب میں علامہ علاؤالدین المارد ینیؒ فرماتے ہیں: "قلت تقدیم تصحیح الطحاوی ذلک عن والسندبذلک صحیح کمامروثبت مقدم علی النافی۔ قول الشافعی بعدذلک"۔ "میں کہتا ہوں کہ پہلے امام طحاویؒ کی تصحیح گزر چکی ہے اور اس کی سند بھی صحیح ہے اور ثابت نفی پر مقدم ہوتا ہے۔ امام شافعیؒ کے بعد والا قول بھی یہی ہے کہ ان دونوں حضرات (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) سے ترکِ رفع یدین ثابت ہے"۔ (الجواہر النقی: ج۲، ص۷۹)

اعتراض نمبر۴: "زبیر علی زئی صاحب اپنی کتاب نور العینین کے صفحہ نمبر ۱۶۵ پر چوتھا اعتراض نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "امام احمد نے گویا اس کا انکار کیا ہے"۔ (المسائل احمد: ج۱، ص۳۴۳)

جواب نمبر۴: زبیر علی زئی صاحب نے یہ اعتراض نقل کرنے میں بہت ناانصافی و منافقت کا ثبوت دیا ہے۔ امام احمدؒ نے نہ تو اس حدیث کی سند پر کلام کیا ہے اور نہ ہی متن کا انکار کیا مگر زبیر علی زئی صاحب نے عوام کو گمراہ کرنے کے لیے اسے بھی اعتراض بنا ڈالا۔ اس اعتراض کی اصل حقیقت جاننے کے لئے سب سے پہلے امام احمدؒ کا قول نقل کر دیتے ہیں تا کہ قارئین کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

امام عبداللہ بن احمدؒ اپنے والد امام احمد بن حنبلؒ سے نقل کرتے ہیں کہ: "قال ابی لم یروہ عن عاصم غیر ابی بکر النھشلی ما اعلمہ"۔ "میرے والد (امام احمد) نے کہا کہ عاصم (بن کلیب) سے ابو بکر نہشلی کے علاوہ کسی اور نے روایت نہیں کی جو میں جانتا ہوں۔ (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ترک رفع یدین والی حدیث عاصم بن کلیب سے ابو بکر نہشلی نے روایت کی ہے)"۔ (العلل و معرفۃ الرجال: رقم۷۱۷)

امام احمد بن حنبلؒ کے قول سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ انہوں نے اس حدیث کا انکار نہیں کیا بلکہ سند میں عاصم بن کلیب سے ابو بکر نہشلی کے (منفرد) اکیلے روایت کرنے کے بارے میں کہا ہے۔

اصول حدیث کی رو سے ثقہ راوی کی روایت قبول ہوتی ہے چاہے وہ (منفرد) اکیلا ہی کیوں نہ ہو ایک ہی سند میں۔
دوسری بات یہ کہ امام احمدؒ نے یہاں عاصم بن کلیب کا اس روایت میں (منفرد) اکیلا ہونا یقینی طور پر نہیں کہا بلکہ "اعلمہ" کہا ہے یعنی "اپنے علم کے مطابق" کہا ہے ورنہ ابو بکر نہشلی کی متابعت محمد بن ابان (ضعیف راوی) نے کر رکھی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے اس حدیث کی سند میں ابو بکر نہشلی (منفرد) اکیلے راوی نہیں ہیں۔

اگرچہ اس روایت میں ابو بکر نہشلی (منفرد) اکیلے ہی کیونکہ نہ ہوں پھر بھی اس کی روایت قبول کی جائے گی جب تک کوئی اس سے زیادہ اوثق راوی مخالفت نہ کرے اس کی روایت میں۔ اس کے برعکس یہ قول امام احمدؒ کا اپنا قول نہیں ہے بلکہ ان کے بیٹے عبداللہ بن احمدؒ کا ہے کیونکہ المسائل لاحمد ان سے روایت ہے۔ اور ان کا فہم امام احمدؒ کے فہم سے زیادہ مضبوط نہیں۔

ایک عرب عالم و مشہور محدث بشیر علی عمر اس روایت میں امام احمدؒ کے قول کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "و فی هذه الرواية ينفى الامام احمد العلم بوجود متابع لابى بكر النهشلى، و هذا دون مطلق النفى و مع ذلك فهم ابنه عبدالله انه ينكره، و هذا لمعرفة بان من منهجة اطلاق الانكار على الحديث الذى تفرد به رواية۔ و ابو بكر النهشلى هو ابوبكر بن عبدالله بن قطاف و قد ثقة احمد و الصحيح ان هذاالحديث لم ينفرد بروايته عن عاصم بن كليب ، فقد تابعه محمد بن ابان عن عاصم بمثله، اخرجه محمد بن الحسن الشيبانى و ذكره الدارقطنى تعليقا، و لعل من اجل هذا لم يجزم امام احمد ينفى وجود المتابع له، بل نفى علمه بذلك فحسب"۔ "اس روایت میں امام احمد اس بات کی نفی کرتے ہیں کہ ان کے علم کے مطابق ابو بکر نہشلی کے لیے کوئی متابع نہیں۔ اس سے یہ تو ثابت نہیں ہوتا کہ اس کا کوئی دوسرا متابع موجود نہ ہو۔ دوسری بات یہ کہ ان کے بیٹے نے یہ سمجھا کہ امام احمد نے متابع کی نفی کی لہذا یقینی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ ان کا بیٹا جو سمجھے وہ صحیح بھی ہو۔ ابو بکر نہشلی سے مراد ابو بکر بن عبد اللہ بن قطاف ہیں ان کو امام احمدؒ نے ثقہ قرار دیا ہے۔ صحیح یہ ہے کہ عاصم بن کلیب سے یہ حدیث کلیب سے روایت کرنے میں منفرد نہیں بلکہ عاصم سے محمد بن ابان نے ان کی متابعت کی ہے۔ امام محمدؒ

نے اس کی تخریج کی اور امام دارقطنیؒ نے اسے تعلیقاً ذکر کیا۔ اس لیے امام احمدؒ نے یقینی طور پر اس کی متابع کی نفی نہیں کی بلکہ یہ کہا کہ میرے علم کے مطابق اس کا کوئی متابع نہیں۔ لہٰذا امام احمدؒ نے متابع کا انکار کیا ہے (حدیث کا نہیں) مگر اس کا متابع بھی ثابت ہو چکا ہے۔ اگر متابع نہ بھی ہوتا پھر بھی یہ روایت اصول حدیث کے مطابق صحیح ہے"۔ (المنہج امام احمد: ج ۲، ص ۷۸۹)

اعتراض نمبر ۵: "زبیر علی زئی صاحب اپنی کتاب نور العینین کے صفحہ نمبر ۱۶۵ پر پانچواں اعتراض نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "امام بخاری نے جرح کی ہے"۔ (جزءِ رفع الیدین للبخاری: ص ۱۱)

جواب نمبر ۵-۱: زبیر علی زئی صاحب نے امام بخاریؒ کا نام لیکر بہت ہی بڑا جھوٹ بولا ہے۔ زبیر علی زئی صاحب میں اگر علمی ذوق ہے اور وہ اپنے اس دعویٰ میں سچے ہیں تو ان سے درخواست ہے کہ برائے مہربانی امام بخاریؒ کی جرح کے الفاظ نقل کر دیں۔

حقیقت تو یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے نہ تو اس حدیث کی سند پر کوئی کلام کیا ہے اور نہ ہی اس کے متن پر کوئی اعتراض کیا ہے بلکہ انہوں نے یہاں عبید اللہ کی حدیث کو عاصم بن کلیب کی حدیث پر ترجیح دی ہے۔

امام بخاریؒ کے الفاظ یہ ہیں: "قَالَ الْبُخَارِيُّ: وَرَوَى أَبُو بَكْرٍ النَّهْشَلِيُّ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ رَفَعَ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ التَّكْبِيرِ ثُمَّ لَمْ يَعُدْ بَعْدُ، وَحَدِيثُ عُبَيْدِ اللَّهِ أَصَحُّ مَعَ أَنَّ حَدِيثَ كُلَيْبٍ هَذَا لَمْ يَحْفَظْ رَفْعَ الْأَيْدِي، وَحَدِيثُ عُبَيْدِ اللَّهِ هُوَ شَاهِدٌ"۔ "بخاری نے کہا: اور ابو بکر النہشلی نے عاصم بن کلیب عن ابیہ (کی سند) سے روایت کیا کہ بے شک علیؓ نے تکبیر کے شروع میں رفع یدین کیا پھر اس کے بعد اعادہ نہیں کیا۔ اور عبید اللہ کی حدیث زیادہ صحیح ہے۔ ساتھ اس کے کلیب کی اس حدیث میں رفع یدین کو یاد نہیں رکھا گیا اور عبید اللہ کی حدیث گواہ ہے"۔ (جزءِ رفع الیدین للبخاری: ص ۱۱)

امام بخاریؒ کے الفاظ سے واضح ہو گیا کہ امام بخاریؒ نے اپنے مؤقف کی تائید میں اس حدیث پر عبید اللہ کی حدیث کو ترجیح دی ہے۔ لیکن یہاں خود امام بخاریؒ سے تساہل ہو گیا ہے۔ کیونکہ عبید اللہ کی حدیث کیسے صحیح ہو سکتی ہے جب کہ اس کی سند میں وہی عبد الرحمٰن بن ابی الزناد ضعیف راوی موجود ہے جس کو ہم اوپر جمہور محدثین سے ضعیف ثابت کر چکے ہیں۔ عبید اللہ کی حدیث کی سند اور متن درج ذیل یہ ہیں:

”حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْفَضْلِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هُرْمُزَ الْأَعْرَجِ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ كَبَّرَ، وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ، وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ، وَيَصْنَعُهُ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ، وَلَا يَرْفَعُ فِي شَيْءٍ مِنْ صَلَاتِهِ، وَهُوَ قَاعِدٌ، وَإِذَا قَامَ مِنَ السَّجْدَتَيْنِ رَفَعَ يَدَيْهِ كَذَلِكَ، وَكَبَّرَ“۔(جزءِرفع الیدین للبخاری:ص۱۱)

مندرجہ بالا حدیث کے ایک راوی پر ہم پہلے ہی تبصرہ کر چکے ہیں اور اس کے راوی عبدالرحمٰن بن ابی الزناد کو جمہور محدثین کی جرحوں سے ضعیف ثابت کر چکے ہیں۔ لہٰذا اس پر مزید کلام کرنے کی گنجائش باقی نہیں رہی۔ ویسے بھی یہ کہاں کا انصاف اور عقل کی بات ہوئی کہ جس حدیث کے تمام راویوں پر جرح کا ایک حرف بھی نہ ہو اوراس کے تمام راوی ثقہ و عادل ہوں اس حدیث پر ایک ضعیف اور مجروح راوی (جسے جمہور محدثین نے ضعیف قرار دیا ہو) کی حدیث کو ترجیح دی جائے۔ اب اگر زبیر علی زئی صاحب اور ان کے متبعین صرف امام بخاریؒ کے قول پر ایک ضعیف حدیث کو صحیح حدیث پر ترجیح دیتے ہیں تو یہ امام بخاریؒ کی اندھی تقلید کے سواء اور کچھ نہیں۔

جواب نمبر۵-۲: دوسرا جواب یہ کہ اس جرح کی سند امام بخاریؒ تک صحیح نہیں ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے اس سند کو اس طرح نقل کیا ہے:

”أَخْبَرَنَا الشَّيْخُ الْإِمَامُ الْعَلَّامَةُ الْحَافِظُ الْمُتْقِنُ بَقِيَّةُ السَّلَفِ زَيْنُ الدِّينِ أَبُو الْفَضْلِ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ الْعِرَاقِيِّ وَالشَّيْخُ الْإِمَامُ الْحَافِظُ نُورُ الدِّينِ عَلِيُّ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْهَيْثَمِيُّ بِقِرَاءَتِي عَلَيْهِمَا قَالَا: أَخْبَرَتْنَا الشَّيْخَةُ الصَّالِحَةُ أُمُّ مُحَمَّدٍ سِتُّ الْعَرَبِ بِنْتُ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَحْمَدَ بْنِ عَبْدِ الْوَاحِدِ بْنِ الْبُخَارِيِّ قَالَتْ: أَخْبَرَنَا جَدِّي الشَّيْخُ فَخْرُ الدِّينِ بْنُ الْبُخَارِيِّ قِرَاءَةً عَلَيْهِ وَأَنَا حَاضِرَةٌ وَإِجَازَةً لِمَا يَرْوِيهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو حَفْصٍ عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مَعْمَرِ بْنِ طَبَرْزَدَ سَمَاعًا عَلَيْهِ أَخْبَرَنَا أَبُو غَالِبٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ الْبَنَاءِ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحُسَيْنِ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ حَسْنُونَ النَّرْسِيُّ أَخْبَرَنَا أَبُو نَصْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ مُوسَى الْمَلَاحِمِيُّ أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ مَحْمُودُ بْنُ إِسْحَاقَ بْنِ مَحْمُودٍ الْخُزَاعِيُّ قَالَ: أَخْبَرَنَا الْإِمَامُ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ الْبُخَارِيُّ“۔(جزءِرفع الیدین:ص۱۱)

اس سند میں ابو اسحاق محمود بن اسحاق الخزاعی مجہول راوی موجود ہے جس کی جمہور محدثین سے توثیق ثابت نہیں۔ باقی زبیر علی زئی صاحب کا یہ کہنا کہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے اس کی ایک روایت کو نقل کر کے اسے "حسن" کہا ہے اور یہ امام ابن حجرؒ کے نزدیک صدوق ہے۔ یہ بھی زبیر علی زئی صاحب کا بہت بڑا جھوٹ ہے۔ کیونکہ ابن حجر عسقلانیؒ نے دو ضعیف روایت کی اسناد کو لکھ پھر متابع کو دیکھا تو اسی حدیث کی سند میں محمود بن اسحاق الخزاعی مجہول راوی کی متابعت ایک ضعیف راوی کر رہا تھا، اس لیے حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے اس حدیث کو حسن کہا وہ بھی حسن لغیرہ کی قسم میں۔ (حوالے کے لئے دیکھیں حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کی کتاب موافقۃ الخبر الخبر: ج ۲، ص ۴۱۷)

اگر کسی محدث نے جزءِ رفع الیدین کی کسی روایت سے بطور حوالہ استدلال کیا ہے تو اس سے یہ کیسے لازم ہو گیا کہ ان کے نزدیک جزءِ رفع الیدین کی پوری کتاب کی توثیق ثابت ہے۔ محدثین نے اگر جزءِ رفع یدین کی کسی حدیث سے استدلال کیا ہے تو وہ حدیث دوسری کتابوں میں بھی تو موجود ہیں اور اس بات پر تو سب کا اتفاق ہے کہ جزءِ رفع الیدین میں بہت سی ضعیف روایات بھی رقم ہیں۔ دوسری بات یہ کہ اگر اس طرح سے کسی کتاب کی توثیق ثابت ہوتی ہے تو پھر تفسیر ابن عباسؓ جس کا اصل نام "تنویر المقباس" ہے۔ جو کہ تفسیر جمعہ ابو طاہر محمد بن یعقوب الفیروز آبادی الشافعی (المتوفی: ۸۱۷ھ) کی تصنیف ہے۔ "تنویر المقباس فی تفسیر ابن عباس" کے صفحۂ اول پر درج ہے کہ یہ مکمل تفسیر ذیل کی سند سے مروی ہے: "محمد بن مروان السدی عن محمد بن السائب الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس"۔ اس کتاب کو صرف اس بنیاد پر درجہ صحت حاصل نہیں کیونکہ محمد بن مروان اگر اس سند (عن کلبی عن ابی صالح عن ابن عباس) سے روایت کرے تو یہ پوری سند "سلسلۃ الکذب (جھوٹ کا سلسلہ)" کہلاتی ہے۔ حالانکہ اس کتاب میں بھی بہت سی ایسی روایات درج ہیں جن کی تصدیق دوسری کتابوں سے ہوتی ہیں جن سے بہت سے محدثین نے استدلال بھی کیا ہے تو کیا ان محدثین کے اس استدلال سے یہ کتاب صحیح تسلیم کی جاتی ہے؟ اگر نہیں تو پھر محدثین کرام کا جزءِ رفع الیدین سے کسی حدیث کا حوالہ نقل کرنے سے بھی اس کتاب کی توثیق ثابت نہیں ہوتی۔ لہٰذا یہ ثابت ہو گیا کہ کسی محدث کا کسی کتاب سے کچھ استفادہ کرنے سے یہ لازم نہیں ہوتا کہ یہ پوری کی پوری کتاب ان کی نظر میں صحیح ہے۔

جلیل القدر محدث و مفسر شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ فرماتے ہیں: "دراحوال این ہردوکتاب تفصیلاً اطلاع نیست"۔ "ان دونوں کتابوں (کتابُ رفع الیدین للبخاری و کتاب الجمعہ للنسائی) کے تفصیلی حالات کا کچھ پتہ نہیں چلا"۔ (اردو فارسی بستان المحدثین: ص ۲۲۲)

ایک بریلوی عالم مولانا غلام مصطفیٰ نوری صاحب لکھتے ہیں: "امام بخاریؒ سے اس رسالے کو روایت کرنے والا محمود بن اسحاق الخزاعی ہے جو کہ مجہول ہے بطریق محدثین اس کی توثیق ثابت نہیں ہے"۔ (ترکِ رفع یدین: ص ۴۱۳)

امام ابن حجر عسقلانیؒ نے اپنی کسی بھی کتاب میں محمود بن اسحاق الخزاعی مجہول راوی کو "صدوق" نہیں لکھا۔ لہٰذا یہ جرح ابواسحاق محمود بن اسحاق الخزاعی مجہول راوی کی وجہ سے ضعیف اور مردود ثابت ہوئی۔

<u>ایک شبہ کا ازالہ</u>: اکثر غیر مقلدین حضرات یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ جزءِ رفع الیدین کی دوسری سند بھی موجود ہے جس میں ابواسحاق محمود بن اسحاق الخزاعی مجہول راوی موجود نہیں ہے۔ اور وہ سند محمد بن مقاتل المروزیؒ سے روایت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ اول درجے کا جھوٹ اور کذب ہے کیونکہ محمد بن مقاتل تو امام بخاریؒ کے استاذ ہیں پھر وہ جزءِ رفع الیدین کیسے روایت کر سکتے ہیں؟

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے اپنی سند سے جزءِ رفع یدین کی دو اسناد لکھی ہیں۔ ان دونوں اسناد میں ابواسحاق محمود بن اسحاق الخزاعی مجہول راوی موجود ہے اور اس کا کوئی متابع بھی نہیں ہے۔ غیر مقلدین حضرات محمد بن مقاتل کی جس سند کا دعویٰ کرتے ہیں کہ اس سے دوسری سند بھی روایت ہے، اس سند کا حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے کہیں ذکر تک نہیں کیا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ غیر مقلدین حضرات کا آئمہ محدثین پر جھوٹا الزام ہے ورنہ اس کا حقیقت میں سے دور دور کا تعلق بھی نہیں۔

ابھی حال ہی میں زبیر علی زئی صاحب نے جزءِ رفع یدین کی تعلیق و تخریج کی ہے لیکن انہوں نے بھی محمد بن مقاتل کی سند کا کوئی ذکر نہیں کیا اور نہ ہی یہ کہا کہ اس کی کوئی دوسری سند بھی موجود ہے۔ اگر دوسری سند ہوتی تو زبیر علی زئی صاحب ضرور پیش کرتے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ دوسری کوئی سند موجود ہی نہیں ہے۔ یہ صرف اور صرف بے عقل لوگوں کا جھوٹ ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کی وہ دو اسناد جن سے جزءِ رفع الیدین مروی ہے یہ ہیں:

۱۔"كتاب رفع الْيَدَيْنِ فِي الصَّلَاة لَهُ قرأته على الحافظين أبي الْفضل وَأبي الْحسن بسماعهما لَهُ بِقِرَاءَة الأول على أم مُحَمَّد سِتّ الْعَرَب بنت مُحَمَّد بن عَليّ بن أَحْمد بن عبد الْوَاحِد قَالَت أنبأنا جدي حضورا وإجازةح وَأخْبرنَا بِهِ الْكَمَال أَحْمد بن عَليّ بن عبد الْحق إِذْنا مشافهة أنبأنا الحافظان أَبُو الْحجَّاج الْمزي وَأَبُو مُحَمَّد البرزالي قَالَا أنبأنا أَبُو الْعَبَّاس أَحْمد ابْن شَيبَان وَزَيْنَب بنت مكي زَاد الْمزي وأنبأنا عَليّ بن أَحْمد بن عبد الْوَاحِد قَالَ الثَّلَاثَة أنبأنا أَبُو حَفْص عمر بن مُحَمَّد بن طبرزذ أنبأنا أَحْمد بن الْحسن ابْن الْبناء أنبأنا أَبُو الْحُسَيْن مُحَمَّد بن أَحْمد بن حسنون أنبأنا أَبُو نصر الملاحمي أنبأنا الْخُزَاعِيّ أنبأنا البُخَارِيّ"۔

۲۔"وقرأت سَنَده عَالِيا على مَرْيَم بنت الْأَذْرَعِيّ وإجازتي لجميعه عَن يُونُس بن أبي إِسْحَاق عَن أبي الْحسن بن المقير عَن أبي الْفضل بن نَاصِر عَن أبي الْقَاسِم ابْن أبي عبد الله بن مَنْدَه أنبأنا أَحْمد بن مُحَمَّد بن الْحُسَيْن فِيمَا كتب إِلَيْنَا أنبأنا مَحْمُود بن إِسْحَاق بن مَحْمُود بن مَنْصُور الْخُزَاعِيّ بِهِ"۔ (**الكتاب المعجم المفهرس أو تجريد أسانيد الكتب المشهورة والأجزاء المنثورة المؤلف: أبو الفضل أحمد بن علی بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلانی [المتوفی: ۸۵۲ھ]، ج۱، ص۶۱، رقم۱۰۶**)

**قارئین خود پڑھ سکتے ہیں کہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کی دونوں اسناد میں ابو اسحاق محمود بن اسحاق الخزاعی مجہول راوی موجود ہے اور ان اسناد میں اس کا کوئی متابع بھی موجود نہیں۔ اور محمد بن مقاتل کی سند اور روایت کا نام و نشان تک نہیں۔**

**اصل حقیقت یہ ہے کہ محمد بن مقاتل المروزیؒ امام بخاریؒ کے حدیث کے استاد ہیں اور امام بخاریؒ خود ان سے روایت حدیث روایت کرتے ہیں جس کا ثبوت یہ ہے:**

"حَدَّثَنَا مَحْمُودٌ قَالَ: حَدَّثَنَا الْبُخَارِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ، قَالَ: أَنْبَأَنَا عَبْدُ اللَّهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَنْ أَدْرَكَ مِنَ الصَّلَاةِ رَكْعَةً وَاحِدَةً فَقَدْ أَدْرَكَهَا» قَالَ مُحَمَّدٌ الزُّهْرِيُّ: وَنَرَى لِمَا بَلَغَنَا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ: «مَنْ أَدْرَكَ مِنَ الْجُمُعَةِ رَكْعَةً وَاحِدَةً فَقَدْ أَدْرَكَ»"۔ (**جزءِ القراءۃ خلف الإمام [المنسوب للبخاری]، ص۱۵۲، رقم۱۳۵**)

اس سند کو آپ دیکھیں اس میں ابواسحاق محمود بن اسحاق الخزاعی مجہول راوی امام بخاریؒ سے روایت کر رہا ہے اور امام بخاریؒ محمد بن مقاتل سے روایت کر رہے ہیں۔

اس کتاب میں دوسری سند بھی کچھ اس طرح سے موجود ہے:

”حَدَّثَنَا مَحْمُودٌ قَالَ: حَدَّثَنَا الْبُخَارِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا النَّضْرُ، قَالَ: أَنْبَأَنَا يُونُسُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِقَوْمٍ كَانُوا يَقْرَؤُونَ الْقُرْآنَ فَيَجْهَرُونَ بِهِ: «خَلَطْتُمْ عَلَيَّ الْقُرْآنَ»“۔ (جزءِ القراءة خلف الإمام [المنسوب للبخاری]، ص ۶۰، رقم ۱۶۶)

اس میں بھی وہی راوی موجود ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ محمد بن مقاتل امام بخاریؒ کے استاد ہیں اور انہوں نے امام بخاریؒ سے جزءِ رفع الیدین کی کتاب کی روایت نہیں کی۔ جزءِ رفع الیدین کی کتاب کا راوی صرف ایک ہے وہ ہے محمود بن اسحق جو کہ مجہول راوی ہے۔ باقی دوسری سند آج تک کوئی غیر مقلد محدث ثابت نہیں کر پایا ہے اور نہ ہی قیامت تک ثابت کر سکے گا۔ (انشاء اللہ)

محمد بن مقاتل المروزیؒ کا امام بخاریؒ کا حدیث کے استاد ہونے کے دلائل درج ذیل ہے:

۱۔ امام کلاباذیؒ لکھتے ہیں: ”مُحَمَّد بن مقَاتل أَبُو الْحسن الْمروزِي المجاور بِمَكَّة سمع عبد الله بن الْمُبَارك ووكيعا وخَالِد بن عبد الله وأسباط بن مُحَمَّد وَالنضْر بن شُمَيْل وَالْحجاج الْأَعْوَر رَوَى عَنهُ البُخَارِيّ فِي (الْعلم) و (الْهِبَة) و (تَفْسِير النِّسَاء) مَاتَ سنة سِتّ وَعشْرين وَمِائَتَيْنِ قَالَه البُخَارِيّ“۔ (الکتاب: الهداية والإرشاد في معرفة أهل الثقة والسداد، المؤلف: أحمد بن محمد بن الحسين بن الحسن، أبو نصر البخاری الكلاباذی [المتوفى: ۳۹۸ھ]، ج ۲، ص ۶۸۱، رقم ۱۱۰۳)

۲۔ خطیب بغدادی شافعیؒ لکھتے ہیں: ”محمد بن مقاتل، أبو الحسن المروزيّ الكسائيّ: نزل بَغْدَاد، وحدث بِهَا عَن: عَبْد اللَّه بن المبارك، وعباد بن العوام، ويحيى بن عبد الملك بن أبي غنية، وخلف بن خليفة، ووكيع بن الجراح، وأبي عاصم النبيل۔ روى عَنْهُ: أَحْمَد بْن حَنْبَل؛ وَمحمد بْن إسماعيل البخاري في صحيحه، ومحمد بن إسحاق الصغاني، وجعفر بن محمد بن شاكر الصائغ، وغيرهم“۔ (الکتاب: تاریخ بغداد وذيوله المؤلف:

أبو بكر أحمد بن علي بْن ثابت بْن أَحْمَد بْن مهدي الخطيب البغدادي[المتوفى:۴۶۳ھ]، الناشر: دار الکتب العلمیۃ۔ بیروت، ج۴، ص۱۴۱، رقم۱۶۷۹)

۳۔امام ذہبیؒ لکھتے ہیں:"محمد بن مقاتل، أبو الحَسَن المَرْوَزِيّ الكِسائيّ، ولقبه رخ۔ [الوفاة: ۲۲۱-۲۳۰ھ] رَوَى عَنْ: ابن المبارك، وخالد بن عبد الله، وخَلَف بن خليفة، وأوس بن عبد الله بن بُرَيْدة، وابن عُيَيْنة، وابن وهب، ومبارك بن سعيد الثوري، وطائفة۔ وَعَنْهُ: البخاري، وإبراهيم الحربيّ، وأبو زرعة، ومحمد بن إسحاق الصغاني، وإسماعيل سمويه، وأحمد بن سيار المروزي، ومحمد بن عبد الرحمن السامي، ومحمد بن علي الصائغ، ومحمد بن أيوب بن الضريس، وخلق"۔(تاریخ الِإسلام وَوَفيات المشاهير وَالأعلام المؤلف: شمس الدين أبو عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان بن قَايْماز الذهبي[المتوفى:۷۴۸ھ] المحقق: الدکتور بشار عوّاد معروف، ج۵، ص۶۹۰، رقم۴۰۶)

۴۔خطیب بغدادیؒ لکھتے ہیں:"محمد بن مقاتل، أبو الحسن المروزي۔ سمع: عبد العزيز الدراوردي، وعبد الله بن المبارك، وعباد بن العوام، ويحيى بن عبد الملك بن أبي غنية، وهشيماً۔ روى عنه: أحمد بن حنبل، ومحمد بن إسماعيل البخاري، وأبو زرعة، وأبو حاتم الرازيان، وإسماعيل بن عبد الله العبدي الأصبهاني، ومحمد بن عبد الرحمن الشامي، وغيرهم"۔(تجرید الأسماء والکنی المذکورۃ فی کتاب المتفق والمفترق للخطیب البغدادی، ج۲، ص۲۲۲)

مندرجہ بالا تمام آئمہ حدیث کے اقوال سے ثابت ہوگیا کہ محمد بن مقاتلؒ امام بخاریؒ کے استاد ہیں اور امام بخاریؒ نے ان سے احادیث نقل کی ہیں۔ اور محمد بن مقاتلؒ نام کا ایسا کوئی دوسرا راوی موجود نہیں جو امام بخاریؒ کا شاگرد ہو اور اس نے امام بخاریؒ سے جزءِ رفع الیدین کتاب روایت کی ہو۔

اعتراض نمبر۶:"زبیر علی زئی صاحب اپنی کتاب نور العینین کے صفحہ نمبر ۱۶۵ پر اپنا چھٹا اعتراض نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:"ابن ملقن نے اسے ضعیف لایصح عنہ کہا"۔(البدر المنیر: ج۳، ص۴۹۹)

جواب نمبر۶: امام ابن ملقنؒ کی جرح کے الفاظ بالکل مبہم ہیں اور مبہم الفاظ کی جرح وتعدیل کے میدان میں کوئی حیثیت نہیں۔ اصول حدیث کی رو سے محض حدیث کے ضعیف ہونے کا دعویٰ کردینے سے حدیث موضوع یا باطل نہیں

ہو جاتی جب تک کہ وجوہِ طعن ثابت نہ ہو۔ اگر اس طرح سے کسی بھی محدث کی مبہم جرح کو قبول کر لیا جائے تو پھر کتب احادیث میں سے کوئی بھی حدیث اور کوئی بھی کتاب نہ بچ پائے گی، کیونکہ ہر حدیث پر یا احادیث کی کتابوں پر کسی نہ کسی محدث کی جرح کے الفاظ ملتے ہیں۔ مثال کے طور پر صحیح بخاری جیسی اصح الکتب پر بھی ائمہ محدثین سے جرح کے الفاظ منقول ہیں۔ ہم یہاں بطور مثال چند جرحین پیش کئے دیتے ہیں:

۱۔ میزان الاعتدال میں ہے: "کما امتنع ابو ذرعة و ابو حاتم من روایة عن تلمیذه [أی ابن المدینی] محمد [أی البخاری] لاجل مسئلة اللفظ"۔ ''جیسا کہ ابو ذرعہ اور ابو حاتم نے ان [علی بن المدینی] کے شاگرد [امام بخاری] سے الفاظ قرآن کے اختلاف کی بناء پر روایت کرنا ترک کر دیا''۔

"وقال عبد الرحمن بن ابی حاتم کان ابو ذرعة ترکه الروایة عند من اجل ما کان منه فی تلك المحنة"۔ ''عبد الرحمٰن بن ابی حاتم فرماتے ہیں کہ اس آزمائش کی بناء پر ابو ذرعہ نے امام بخاریؒ سے روایت کرنا ترک کر دیا''۔ (میزان الاعتدال)

۲۔ حافظ الحدیث ابو عبد اللہ محمد بن مندہؒ (ولادت ۳۱۰ھ، وفات ۳۹۵ھ) نے بخاریؒ کو مدلسین میں شمار کیا ہے: "عده ابوعبدالله محمد بن منده فی رسالة شروط الائمة من المدلسین حیث قال اخرج البخاری فی کتبه قال لنا فلان وهی اجازة و قال فلان وهی تدلیس"۔ ''ابو عبد اللہ محمد بن مندہؒ نے بخاریؒ کو اپنے رسالہ "شروط الائمہ" میں مدلسین میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ بخاری نے اپنی کتابوں میں اس طرح روایتیں بیان کی ہیں کہ ہم نے فلاں سے کہا "یہ اجازت ہے" اور فلاں نے کہا "یہ تدلیس ہے"''۔ (شرح مختصر جرجانی: ص ۲۱۵)

۳۔ دار قطنیؒ اور حاکمؒ نے کہا ہے کہ اسحق بن محمد بن اسماعیلؒ سے بخاریؒ کا حدیث روایت کرنا معیوب سمجھا گیا ہے: "قال الدار قطنی والحاکم عیب علی البخاری اخراج حدیثه"۔ ''دار قطنی اور حاکم نے فرمایا کہ روایت حدیث میں بخاری پر الزام لگایا گیا ہے''۔ (مقدمہ فتح الباری: ص ۴۵۱)

۴۔ دار قطنیؒ اور حاکمؒ کا مطلب یہ ہے کہ اسحاق بن محمد کو بخاریؒ نے ثقہ خیال کر لیا حالانکہ وہ ضعیف ہیں۔ ثقہ اور ضعیف میں امتیاز نہ کر سکے اور اسماعیلؒ نے بخاریؒ کے اس فعل پر تعجب کیا ہے کہ ابو صالح جہنی کی منقطع روایت کو صحیح

سمجھتے ہیں اور متصل کو ضعیف: "وقد عاب ذالك الاسماعيل على البخاری وتعجب منه كيف يحتج باحاديثه حيث يقلقها فقال هذا اعجب يحتج به اذا كان منقطعا ولا يحتج به اذا كان متصلا"۔ "اسماعیل نے بخاری پر اس کا الزام لگایا اور تعجب کیا کہ ابو صالح جہنی کی احادیث سے کیونکہ استدلال کرتے ہیں جب کہ وہ متصل نہیں ہیں فرمایا یہ اور زیادہ عجیب بات ہے کہ حدیث منقطع کو قابل حجت اور متصل کو ضعیف سمجھتے ہیں"۔ (مقدمہ فتح الباری: ص ۴۸۳)

مندرجہ بالا ائمہ محدثین کی جرحوں کے مطابق تو صحیح بخاری کی احادیث ضعیف ثابت ہوتی ہیں لیکن آج ہم مسلمان صحیح بخاری کو قرآن کے بعد اصح الکتب کا درجہ دیتے ہیں حالانکہ امام بخاریؒ پر کی جانے والی جرحوں میں ائمہ محدثین نے وجوہِ طعن بھی بیان کیا ہے کہ امام بخاریؒ پر یہ الزام تھا کہ وہ قرآن کے الفاظ کو مخلوق قرار دیتے تھے۔

امام ابن ملقنؒ کی جرح کے الفاظ یہ ہیں:

"وأما الْآثَار فأثر عَلّي رَضِيَ اللَّهُ عَنْه ضَعِيف لَا يَصح عَنهُ، وَمِمَّنْ ضعفه البُخَارِيّ ثمَّ رُوِيَ تَضْعِيفه عَن سُفْيَان الثَّوْرِيّ، وَرَوَى الْبَيْهَقِيّ فِي سنَنه و خلافياته عَن عُثْمَان الدَّارمِيّ أَنه قَالَ: قد رُوِيَ هَذَا الحَدِيث عَن عَلّي من هَذَا الطَّرِيق الواهي"۔ (البدرالمنیر: ج۳، ص۴۹۹)

امام ابن ملقنؒ کی جرح کے مکمل الفاظ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ابن ملقنؒ نے اس حدیث پر تحقیق سے کام نہیں لیا بلکہ خود کوئی تحقیق کرنے کے بجائے امام بخاریؒ اور سفیان ثوریؒ کی ضعیف الاسناد والی جرحوں پر اعتماد کیا۔ جبکہ امام بخاریؒ کی جرح کی سند میں محمود بن اسحاق مجہول راوی ہے اور امام سفیان ثوریؒ کی سند میں امام بخاریؒ کی ملاقات امام عبدالرحمٰن بن مہدی سے ثابت نہیں لہٰذا یہ سند منقطع ہے اور امام دارمی کی جرح خود ضعیف ہے کیونکہ ان کی پیش کردہ روایت میں عبدالرحمٰن بن ابی الزناد ضعیف راوی موجود ہے اور امام شافعی کی جرح کی سند میں امام بیہقیؒ سے لے کر امام زعفرانیؒ تک سند نامعلوم اور منقطع ہے۔ امام ابن ملقنؒ ان تمام ضعیف جرحوں سے دھوکہ کھا گئے اور خود ان سے دلیل لے بیٹھے۔ امام ابن ملقنؒ اگر یہاں خود تحقیق کرتے اور راویوں کی چھان پھٹک کرتے تو اس حدیث کو کبھی ضعیف نہ کہتے حالانکہ اس حدیث کی سند میں ایک راوی بھی ضعیف نہیں ہے۔ لہٰذا جب ثابت ہو گیا کہ یہ تمام جرحیں

ضعیف ہیں تو امام ابن ملقنؒ کی جرح خود بخود ضعیف اور غیر مفسر ثابت ہو گئی۔ اصول حدیث کے مطابق زبیر علی زئی صاحب کا امام ابن ملقنؒ کی مبہم جرح پیش کرنا بھی غلط ثابت ہوا۔

لہٰذا تحقیق سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ترکِ رفع یدین والی حدیث پر زبیر علی زئی صاحب کی پیش کردہ تمام جرحیں ضعیف اور مردود ہیں اور ترک رفع یدین کی حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ سے باسند صحیح ثابت ہے۔

اعتراض نمبر ۷-۱: ''زبیر علی زئی صاحب اپنی کتاب نور العینین کے صفحہ نمبر ۱۶۵ پر اپنا ساتواں اعتراض نقل کرتے ہوئے دعویٰ کرتے ہیں کہ: ''جمہور محدثین کے نزدیک یہ اثر ضعیف و غیر ثابت ہے لہٰذا اس سے استدلال مردود ہے''۔(نور العینین: ص ۱۲۵)

جواب نمبر ۷-۱: زبیر علی زئی صاحب کے علمی و تحقیقی معیار کا اندازہ ان کی تحریر سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ موصوف صرف ۶ محدثین کی مبہم اور ضعیف و منقطع جرحوں کو پیش کر کے کتنا بڑا جھوٹ بول رہے ہیں کہ جمہور محدثین کے نزدیک یہ روایت ضعیف ہے۔ حالانکہ اس کا حقیقت سے دور دور کا واسطہ بھی نہیں ہے۔ لگتا ہے زبیر علی زئی صاحب کے نزدیک صرف ۶ محدثین کی مبہم اور ضعیف و منقطع جرحیں ہی جمہور ہیں۔ جس فرقے کے عالموں کا یہ حال ہے اس کے جہلا کا کیا حال ہو گا۔ اللہ بچائے ان جیسے متعصب عالموں کی ناقص تحقیق سے۔(آمین)

زبیر علی زئی صاحب کے اس باطل دعویٰ پر ہم اس حدیث کی تصحیح کرنے والے ائمہ محدثین کے نام بمع حوالہ جات پیش کیئے دیتے ہیں:

۱۔ امام طحاویؒ فرماتے ہیں: ''فحدیث علی اذا صح''۔(شرح معانی الآثار: ج ۱، ص ۱۵۵، رقم ۱۳۵۶)

۲۔ امام بدرالدین عینیؒ فرماتے ہیں: ''صحیح علی شرط مسلم''۔(عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری: ج ۵، ص ۲۷۳)

۳۔ امام دار قطنیؒ فرماتے ہیں: ''موقوفا صوابا''۔(العلل الدر قطنی: ج ۴، ص ۱۰۶)

۴۔ امام ابن ترکمانیؒ فرماتے ہیں: ''رجالہ ثقات''۔(الجوہر النقی: ج ۲، ص ۷۸)

۵۔ امام ابن دقیق العیدؒ فرماتے ہیں: ''مائل بہ تصحیح''۔(نصب الرایۃ: ج ۱، ص ۴۱۳)

۶۔امام زیلعیؒ فرماتے ہیں: ''و ھو اثر صحیح''۔(نصب الرایۃ:ج۱،ص۴۰۶)

۷۔حافظ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں: ''رجالہ ثقات''۔(الدرایۃ:ج۱،ص۱۵۳)

۸۔امام مغلطائیؒ فرماتے ہیں: ''مائل بہ تصحیح''۔(شرح ابن ماجہ:ج۱،ص۱۴۷۳)

۹۔امام قاسم بن قطلوبغا لکھتے ہیں: ''سندہ ثقات''۔(التعریف والاخبار:ص۳۰۹)

۱۰۔ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں: ''مائل بہ تصحیح''۔(اسرار المرفوعۃ:ج۱،ص۴۹۴)

اعتراض نمبر۷-۲: ''زبیر علی زئی صاحب اپنی کتاب نور العینین کے صفحہ نمبر۱۶۵ پر اپنا ساتواں اعتراض نقل کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں: ''اس حدیث میں رکوع کا ذکر نہیں ہے، یعنی یہ عام ہے اور رفع الیدین والی روایات (من جملہ حدیث علیؓ) خاص ہیں اور یہ اصول ہے کہ خاص عام پر مقدم ہوتا ہے''۔(نور العینین:ص۱۲۵)

جواب نمبر۷-۲: زبیر علی زئی صاحب کے علمی و تحقیقی معیار کا اندازہ ان کی تحریر سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ موصوف اس حدیث میں رکوع کے رفع یدین کا ذکر نہ ہونے کی نشاندہی فرمارہے ہیں جبکہ غیر مقلدین حضرات کی طرف سے رفع یدین کرنے پر پیش کی جانے والی صحیح بخاری کی احادیث میں رکوع کے رفع یدین کا ذکر تو ملتا ہے لیکن تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہوتے ہوئے کیئے جانے والے رفع یدین کا ذکر نہیں ملتا جبکہ غیر مقلدین حضرات تیسری رکعت کے رفع یدین کو بھی فرض قرار دیتے ہیں۔ تو پھر زبیر علی زئی صاحب صحیح بخاری کی احادیث کو بطور دلیل کیوں پیش کرتے ہیں جبکہ اس میں تیسری رکعت کے رفع یدین کا ذکر تک نہیں؟ اسی طرح سجدوں کا رفع یدین بھی بے شمار صحیح احادیث میں ذکر ہوا ہے، لہٰذا اگر بعض احادیث میں سجدوں کے رفع یدین کا ذکر نہیں ملتا تو کیا یہاں موصوف کو عام اور خاص کا فرق نظر نہیں آیا؟ یا پھر زئی صاحب یہاں یہ اصول بھول گئے کہ خاص عام پر مقدم ہوتا ہے؟

دوسری بات یہ کہ زبیر علی زئی صاحب حضرت علیؓ کی جس حدیث کی بنیاد پر عام اور خاص کا فرق بتارہے ہیں وہ حدیث عبد الرحمٰن بن ابی الزناد (مجہول راوی) کی وجہ سے ضعیف ہے جس کے ضعف کو ہم اوپر ائمہ محدثین کی جرحوں سے ثابت کرچکے ہیں لہٰذا حضرت علیؓ کی ترکِ رفع یدین والی بالکل صحیح سند پر عبد الرحمٰن بن ابی الزناد (مجہول راوی) کی سند کو عام اور خاص کے فرق کے ساتھ پیش کرنا باطل اور مردود ثابت ہوا۔

اعتراض نمبر ۷-۳: ”زبیر علی زئی صاحب اپنی کتاب نور العینین کے صفحہ نمبر ۱۶۵ پر اپنا ساتواں اعتراض نقل کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں: ”پھر منکرین رفع الیدین قنوت اور عیدین میں کیوں رفع یدین کرتے ہیں“۔ (نور العینین: ص ۱۲۵)

جواب نمبر ۷-۳: زبیر علی زئی صاحب کے اس منطقی اعتراض کا جواب یہ ہے کہ احناف نماز میں جن مواقعوں (یعنی رکوع میں جاتے وقت، رکوع سے اٹھتے وقت، سجدے میں جاتے اور اٹھتے وقت، دونوں سجدوں کے درمیان، دوسری رکعت کے شروع میں، تیسری رکعت کے شروع میں اور سلام پھیرتے وقت) کے رفع یدین کو منسوخ مانتے ہیں ان تمام مواقعوں پر رسول اللہ ﷺ سے رفع یدین کرنا بھی ثابت ہے اور نہ کرنا بھی جبکہ اس کے برعکس نمازِ عیدین اور نمازِ وتر میں جن مواقعوں پر احناف رفع یدین کرتے ہیں ان مواقعوں پر رسول اللہ ﷺ سے رفع یدین کرنے کی دلیل تو ملتی ہے لیکن نہ کرنے کی دلیل نہیں ملتی۔ اسی لئے ہم (احناف) ان مواقعوں پر رفع یدین کرتے ہیں۔

دوسری بات یہ کہ نمازِ عیدین میں نہ اذان دی جاتی ہے اور نہ اقامت (تکبیر) کہی جاتی ہے اور اس کے پڑھنے کا طریقہ بھی عام نمازوں سے بالکل مختلف ہے لہٰذا اس کو نمازِ پنجگانہ سے مشابہت دینا اور اس کے حکم کا اطلاق کرنا عقل سے بالاتر ہے۔

تیسری بات یہ کہ ہم (احناف) نمازِ عیدین اور نمازِ وتر میں جن مقامات پر رفع یدین کرنے کے قائل ہیں وہ نمازِ پنجگانہ میں کیئے جانے والے رفع یدین کے مقامات سے بالکل الگ ہیں۔ لہٰذا اگر ہم نمازِ عیدین اور نمازِ وتر میں ان مقامات پر رفع یدین کے قائل ہوتے جن مقامات پر منسوخ سمجھتے ہیں تو اعتراض کی صورت بنتی تھی لیکن جب ہم ان نمازوں میں بھی ان مقامات پر رفع یدین کے قائل نہیں تو پھر اعتراض کس بات کا؟

غیر مقلدین حضرات کے اس اشکال پر ہمارا بھی حق بنتا ہے کہ ہم بھی کچھ اشکال پیش کریں۔ غیر مقلدین حضرات جو وتر کی تیسری رکعت میں بعد از رکوع رفع یدین کرنے کے بجائے عام دعا کی طرح ہاتھ اٹھا کر دعائے قنوت پڑھتے ہیں، کیا اس عمل کے بارے میں زبیر علی زئی صاحب یا کسی غیر مقلد کے پاس کوئی ایک صحیح صریح مرفوع حدیث ہے؟ اگر ہے تو ذرا پیش فرمائیں ورنہ اس قسم کے سطحی اعتراضات سے گریز فرمائیں۔

## دعاءِ قنوت میں رفع یدین کرنا صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے، فتاویٰ علمائے حدیث

دعاء قنوت میں رفع یدین کرنا صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے چنانچہ اسود سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ دعائے قنوت میں سینہ تک اپنے دونوں ہاتھ اُٹھاتے تھے اور ابو عثمان نہدی سے روایت ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ صبح کی نماز میں ہمارے ساتھ دعاءِ قنوت پڑھتے اور اپنے دونوں ہاتھ اُٹھاتے یہاں تک کہ آپ کے دونوں بازو ظاہر ہو جاتے اور خلاص سے روایت ہے کہ میں نے عبد اللہ بن عباس کو دیکھا کہ نماز فجر کی دعاءِ قنوت میں اپنے بازو آسمان کی طرف لمبے کرتے اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ماہِ رمضان میں دعاءِ قنوت کے وقت اپنے دونوں ہاتھ اُٹھاتے اور ابو قلابہ اور مکحول بھی رمضان شریف کے قنوت میں اپنے ہاتھوں کو اٹھاتے اور ابراہیم سے قنوت وتر سے مروی ہے کہ وہ قرأۃ سے فارغ ہو کر تکبیر کہتے اور ہاتھ اٹھاتے پھر دعائے قنوت پڑھتے پھر تکبیر کہہ کر رکوع کرتے اور روایت ہے وکیع سے وہ روایت کرتا ہے محل سے وہ ابراہیم سے کہ ابراہیم نے محل کو کہا کہ قنوت وتر میں یوں کہا کرو اور وکیع نے اپنے دونوں ہاتھ کانوں کے قریب تک اٹھا کر بتلایا اور کہا کہ پھر چھوڑ دیوے ہاتھ اپنے عمر بن عبد العزیز نے نماز صبح میں دعاءِ قنوت کے لیے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور سفیان سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس بات کو دوست رکھتے تھے کہ وتر کی تیسری رکعت میں قل ھو اللہ احد پڑھ کر پھر تکبیر کہے اور دونوں ہاتھ اٹھاوے پھر دعائے قنوت پڑھے امام احمد رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ قنوت میں اپنے دونوں ہاتھ اٹھاوے کہا ہاں مجھے یہ پسند آتا ہے۔ ابو داؤد نے کہا کہ میں نے امام احمد رحمہ اللہ کو اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا اسی طرح شیخ احمد بن علی المقریزے کی کتاب مختصر قیام اللیل میں ہے اور ابو مسعود اور ابو ہریرہ اور انس رضی اللہ عنہم سے بھی ان قاریوں کے بارے میں جو معونہ کے کنوئیں میں مارے گئے قنوت وتر میں دونوں ہاتھوں کا اٹھانا مروی ہے۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تحقیق میں نے رسول اللہ ﷺ کو ان لوگوں پر جنھوں نے قاریوں کو قتل کیا تھا ہاتھ اٹھا کر بد دعاء کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ ایسے ہی بیہقی کی کتاب مسمیٰ معرفت میں ہے۔ حررہ عبد الجبار الغزنوی عفی عنہ (فتاویٰ غزنویہ: ص ۵۱) (فتاویٰ علمائے حدیث: جلد ۴، ص ۲۸۳)

آخر میں میں اس تحریر کا اختتام زبیر علی زئی صاحب اور ان کے فرقے کے لوگوں کو زئی صاحب کی اپنی لکھی ہوئی عبارت کے حوالے سے نصیحت کرتے ہوئے کرتا ہوں۔

## امیر المومنین خلیفہ ھارون رشید رحمہ اللہ کے نزدیک حدیث رسول اللہ ﷺ پر طعن کرنے والا ملحد اور زندیق ہے

زبیر علی زئی صاحب اپنے رسالہ ماہنامہ الحدیث شمارہ نمبر۶ صفحہ نمبر۳ پر امیر المومنین خلیفہ ھارون رشیدؒ کا ایک واقع بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ''معلوم ہوا کہ امیر المومنین ھارون رشیدؒ کے نزدیک حدیث رسول اللہ ﷺ پر طعن کرنے والا ملحد اور زندیق ہے، آج کل بعض کلمہ گو لوگ کتاب و سنت کا مذاق اڑاتے ہیں اور اس بات سے غافل ہیں کہ ایک ایسا دن آنے والا ہے جب ہر انسان اپنے رب کے سامنے پیش ہو گا، جس نے نبی کریم ﷺ کی احادیث رد کی ہوں گی وہ اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دے گا؟''۔(رسالہ ماہنامہ الحدیث: شمارہ نمبر۶ صفحہ نمبر۳)

مجھے بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑرہا ہے کہ زبیر علی زئی صاحب حدیث رسول ﷺ پر طعن کرنے والوں کو ملحد اور زندیق بھی کہہ رہے ہیں اور خود بھی وہی کام کر رہے ہیں۔ زبیر علی زئی صاحب اور ان کے متبعین کے لئے یہ لمحہ فکریہ ہے کہ آج وہ بھی ترکِ رفع الیدین پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بالکل صحیح سند و متن کی حدیث کو صرف مسلکی حمایت اور فرقہ واریت کے سبب رد کر رہے ہیں اور اپنی ہی لکھی تحریر کی کھلی مخالفت کر رہے ہیں۔ زبیر علی زئی صاحب اور ان کے متبعین کو یہ سوچنا چاہیئے کہ ایک ایسا دن آنے والا ہے جب ہر انسان اپنے رب کے سامنے پیش ہو گا، جس نے نبی کریم ﷺ کی صحیح احادیث رد کی ہوں گی وہ اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دے گا؟